محسن کے احسانات

عامرہ احسان○

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی دینی خدمات کا ایک نہایت درخشاں باب مسلم عورت کے حوالے سے سامنے آتا ہے۔ مولاناؒ کی گراں قدر علمی، سیاسی، تنظیمی خدمات کا تذکرہ اوراعتراف تو کسی نہ کسی سطح پر ہوتا ہی ہے، لیکن مسلم عورت پر مولاناؒ کی فکری رہنمائی کے دوررس نتائج کا جائزہ کماحقہ لینا باقی ہے۔

برعظیم جنوب مشرقی ایشیا میں برطانوی استعمار کی غلامی کے مابعد اثرات نے جہاں ایک طرف دیسی فرنگیوں کی ایک کھیپ بااثر اور مقتدر طبقات میں پیچھے چھوڑی، وہاں ''آزادیِ نسواں اور شانہ بشانہ'' کے بیج بھی ساتھ ہی بو دیے۔ جس ماحول میں ہماری نسل نے آنکھ کھولی تھی، اس میں شریف، دین دار خاندانوں کی بیٹیاں بھی تعلیمی اداروں میں خوب سے خوب تر کی جانب رواں دواں تھیں۔ تعلیم اور کیریئر میں جی داری سے لپکنے والی یہ وہ نسل تھی، جو روایتی میٹرک، ایف اے، بی اے سے آگے بڑھ کر بہت کچھ کرگزرنے کی خواہاں تھی۔ 'ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر' کی کیفیت تو ہر دور ہی میں پائی جاتی ہے۔ یہاں بھی ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک جانب تو خاندانی شرافت، دین داری کی روایتی یا جامد روایات تھیں اور دوسری جانب تعلیم کے میدان میں بڑھتا پھیلتا مقابلے کا رجحان، جو اپنے ساتھ کالجوں اور یونی ورسٹیوں کی فضا میں آزادی کے تمام تر لوازم لیے ہوئے تھا۔

ایسے ماحول میں جب کبھی کسی مذہبی مجلس کا رخ کیا، وہاں پر عورت کے حوالے سے ایک نہایت

○ رکن مجلس ادارت ماہ نامہ عفت، سابق رکن قومی اسمبلی [اسلام آباد]

محدود اور گھٹی ہوئی سوچ کا سامنا کرنا پڑا۔ کسی نے خشمگیں نگاہوں سے لباس کو گھورا اور کسی نے تعلیمی میدان میں عورت کے بگٹٹ دوڑنے کی صلواتیں سنائیں۔ سر جھکا کر ہانڈی روٹی' چولہا سنبھالنے' بچے پالنے اور شوہر کی اندھی بلکہ غیر مشروط اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے جنت پا لینے کو عورت کی معراج بتایا۔ ایسا نہ کرنے پر جہنم کی ہولناک عذاب کی وعیدیں قبر کے سانپ بچھو-- مذہب کے حوالے سے جدھر رخ کیا طبیعت پر ہول طاری ہوگیا' اور اُسی طرح ٹھیک ہے' کی کیفیت لیے پیچھے ہٹتی رہی۔ حتیٰ کہ جدید تعلیم سے آراستہ علمائے کرام نے بھی پس پردہ خواتین سے خطاب کیا تو اس دل پذیر تقریر میں شوہر کے حقوق کی فہرست تھمائے بغیر نہ اٹھنے دیا۔ گویا پڑھی لکھی'' حقوق زدہ اور شانہ بشانہ'' کے مرض میں مبتلا عورت کے مرض کا مداوا کہیں نہ تھا۔ طبیعت کے اندر سے وعدۂ الست کی پکار شور مچاتی -- راستہ پوچھتی-- جواب نہ پا کر مایوسی سے چپ رہ جاتی۔

اسی اثنا میں اسلامی جمعیت طالبات نے یونی ورسٹی کا رخ کیا۔ ابتدا میں تو کالے کالے برقعے دیکھ کر وہی جہالت کا دورہ پھر پڑ جاتا' تاہم دعوت کی حکمت' تحمل اور صبر نے آہستہ آہستہ رنگ دکھایا۔ ایک دن پیغام آیا کہ مولانا مودودیؒ اور ان کی بیگم اسلام آباد آئے ہوئے ہیں۔ ان سے ملاقات اور سوال و جواب کی نشست رکھی گئی ہے' چلیے۔ مروت میں ساتھ دیا' تصور ہی تصور میں ایک تنگ نظر' وعیدیں داغنے والے مولوی صاحب اور ان کی سخت گیر قدامت پسندی کی تصویر والی بیگم کا نقشہ طبیعت کو ہولائے دے رہا تھا۔ پاکستان کی جدید ترین یونی یورسٹی کی تعلیم کا خمار بھی ہمراہ تھا۔ مگر جب کمرے میں قدم رکھا تو ایک نہایت نفیس اور شائستہ خاتون سے تعارف ہوا: ''آپ ہیں' بیگم مولانا مودودی''۔ میں انھیں دیکھتے ہی حیرت زدہ سی رہ گئی کہ دینی شخصیات ایسی بھی ہوسکتی ہیں۔ اجلا لباس' شائستہ اطوار' عمدہ گفتگو! ایک رعب کا ہالہ مسحور کر گیا۔ مولاناؒ کی شخصیت' مدلل اور دانش ورانہ گفتگو سے سابقہ تو بعد میں پیش آیا۔ سچی بات ہے کہ مولاناؒ کی اہلیہ محترمہ ہمیں پہلے ہی مسخر کر چکی تھیں۔ دل کے دروازے پر یہ شعوری اسلام کی پہلی دستک تھی۔ دیکھنے والے نے تو شاید ام عبداللہؓ کے شوہر کی مانند یہی کہا ہو: ''خطّاب کا گدھا تو ایمان لاسکتا ہے مگر عمر نہیں'' --لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا ایک حیات بخش جھونکا وعدۂ الست کی پکار کی تشنگی کو راہ دکھا گیا۔

اس کے بعد تفسیر سورۂ نور' خلافت و ملوکیت' رسائل و مسائل نے طبیعت پر مولاناؒ کی

تحریروں کا سحر طاری کر دیا۔ تفہیم القرآن کا مقدمہ اور دیباچہ پڑھ کر تو یوں لگا کہ یہ لکھا ہی میرے لیے گیا تھا۔ ان تحریروں کے دلائل کے سامنے اندر کی باغی عورت ہتھیار ڈالتی چلی گئی۔ چلانے والے انگلی پکڑ کر چلاتے رہے' کایا کب پلٹی؟ تصورات کب بدلے؟ لڑکپن کے وہ مشاغل جنھیں چھوڑنے کا تصور روح فرسا تھا' ان کی روح تفہیم القرآن نے کب سلب کر لی؟ یہ سب مولاناؒ کی تحریروں کی کرشمہ سازی تھی۔ مولانا مودودیؒ جب تفسیر میں بیالوجی [حیاتیات] کے حقائق بیان کرتے تو اس میں اتنی جامعیت اور کاملیت (perfection) ہوتی' کہ یوں محسوس ہوتا کہ لکھنے والے محترم اسکالر شاید ہمارے ہی شعبے سے فارغ التحصیل ہیں۔ ہر موضوع سے متعلق بات میں تفہیم کا حق ادا کر دیا کہ حقیقتاً اسے اسمِ بامسمّٰی کہیے۔ تحریر میں ان تمام اوصاف کا یکجا ہو جانا کہ مشکل مضامین کو سادہ' شگفتہ اور آسان انداز میں بیان کر دیا جائے یوں کہ زبان کا حسن' روانی اور معیار بھی برقرار رہے' مولاناؒ کی تحریروں کا خاصہ ہے۔

عورت کے وجود اور مسائل کے حوالے سے مولاناؒ کا انداز بے انتہا مؤثر اور دل پذیر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مولاناؒ نے قرآن اور شارح اولینؐ ہی کے انداز میں عورت کی دنیا کو دیکھا' سمجھا اور بیان کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے عورت کو الگ اس کی چھوٹی سی دنیا کی ڈبیا میں بند کر کے اس پر تالا ڈال دینے کا وہ طریقہ نہیں اپنایا' جو برعظیم جنوب مشرقی اور وسطی ایشیا میں بیان کردہ اسلام یا مقامی روایات کا خاصہ تھا۔

قرآن اول تا آخر مرد اور عورت دونوں کو یکساں خطاب کرتا ہے۔ توحید' رسالتؐ' جنت دوزخ' اعمال دونوں اصناف (genders) کو ایک ہی انداز میں پڑھائے سکھائے جاتے ہیں۔ اللہ کی رضا کی طلب' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع مرد' عورت دونوں کے لیے یکساں نصاب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چشم ہوش سے پڑھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بھی -- عورت کو تقدس' احترام اور وقار کے پیرائے میں انگلی پکڑ کر گھر لیے جاتے ہیں۔ ملکہ بنا کر' قدموں تلے جنت بچھا کر' ننھے منے بچوں کی محبت کی میٹھی پھوار چار سو برسا کر فطری انداز میں عورت کو اس کام میں یوں مصروف کر دیتے ہیں کہ عورت سے منسوب روایتی کج روی کہیں پیچھے رہ جاتی ہے۔ مرد کے سر پر قوامیت کا تاج سجا کر اسے بوجھوں تلے یوں لاد دیتے ہیں اور اُسے

عورت کی ناز برداری پر یوں مامور کر دیتے ہیں کہ عورت ''بغاوت'' کی چوکڑی بھول کر سجدۂ شکر بجا لاتی ہے۔ باصلاحیت عورت کے لیے سیدہ عائشہؓ اور سیدہ ام سلمہؓ کی سیرت میں بہترین نمونۂ عمل سامنے آتا ہے۔ یہی نسخہ سید مودودی علیہ رحمتہ نے استعمال کیا۔ سید مودودیؒ نے عورت کی زندگی کو قرآن سے جوڑ دیا۔ سیرت طیبہؐ کے اسباق بھی اسے اُسی طرح پڑھائے گئے جیسے مردوں کو-- ہر سطح کی عورت نے اسے حسب صلاحیت سیکھا' سمجھا اور عمل پیرا ہوئی' بلکہ قرآن وسنت سے براہ راست جوڑ دینے اور اپنے لٹریچر میں اسی پوری روح کو اتار دینے کی بنا پر انھوں نے سادہ دیہاتی عورت کو بھی عالم فاضل بنا دیا۔

ابتدائی دور کے محسوسات میں سے ایک دو واقعات ذہن پر گہرا تاثر چھوڑ گئے:

❑ یونی ورسٹی کی چار سالہ تعلیم [ایم ایس' ایم فل' باٹنی] مکمل کر کے درس کے حلقوں میں تازہ وارد ہوئی تھی۔ علم لاکھ عجز سکھانے کی کوشش کرے پھر بھی بلا اختیار احساس تفاخر تو کہیں نہ کہیں سر اٹھاتا ہی ہے۔ ایک خاتون درس دینے کے لیے بیٹھیں' فیصل آباد کے کسی نواحی گاؤں سے سادہ سی عورت -- دل نے سوچا: 'آج تو دن ضائع ہی ہوا'۔ خاتون نے درس شروع کیا۔ ان کی عظمت بڑھتی پھیلتی گئی -- اپنا قد چھوٹا ہوتے ہوئے ذرۂ ناچیز رہ گیا--- قرآن اور تفہیم القرآن ایک سادہ دیہاتی عورت کے داخلی وجود کو چھو کر کندن بنا چکے تھے اور دنیاوی ڈگریوں کی زیب و زینت کا گاؤن [عبائے علمی] تار تار تھا۔ یہ تھا سید مودودیؒ کی تحریروں کا روح پرور جھونکا' جس نے عورت کو پر کاٹ کر چادر اور چار دیواری ہی کا پہاڑہ پڑھا پڑھا کر محدود نہ کیا' بلکہ سادہ سادہ خواتین کو دشمنان اسلام کے عالمی ایجنڈوں کی فہم و فراست بھی عطا کر دی۔

❑ ایسے ہی ایک اور موقع پر پڑھی لکھی نوجوان خواتین کا سٹڈی سرکل چل رہا تھا۔ ایک دیہاتی چادر اوڑھے خاتون بھی ان میں سے ایک کی ہمراہی تھیں۔ سٹڈی سرکل ختم ہوا۔ خاتون سے تعارف چاہا۔ پتا چلا کہ گاؤں میں واجبی سی تعلیم حاصل کی لیکن کہانیاں پڑھنے کا شوق خوب تھا۔ اسی شوق میں ایک دن دیمک کی کھائی ہوئی خطبات' ہاتھ لگ گئی۔ پڑھی اور پڑھتی چلی گئیں۔ اس کے بعد شہر سے مولاناؒ کی دیگر کتابوں کا پتا کروایا اور منگوائیں۔ لفظ جوڑ جوڑ کر پڑھتیں اور جب خود مشکل لگتی' کسی سے مدد لیتیں۔ اسی ایک خطبات کی روشنی اپنے گاؤں میں بچیوں میں پھیلائی۔ اس کے بعد چادر میں یہی

خطبات پکڑے دوسرے گاؤں چل دیں۔ یوں ایک سادہ دیہاتی عورت نے تمام تر دیہاتی ماحول کی مخصوص مخالفتیں مول لے کر بھی وہاں بچیوں اور عورتوں میں ایمان کے چراغ روشن کیے۔

مولاناؒ کی کتب کا یہ سدابہار اثر کہ آج ۵۰'۶۰ سال سے زائد کا عرصہ گزر جانے پر بھی یوں تروتازہ ہیں--- ہر سطر حال کی خوشبو دیتی ہے جو آج بھی روشن اور رہنما ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کتب میں' قرآن کے پیغام وابلاغ کا جوہر موجود ہے۔ وہ قرآن جو کبھی پرانا نہیں ہوتا' جس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے' جسے تخیلات کبھی غلط راستے پر نہیں لے جاسکتے اور زبانیں جس میں آمیزش نہیں کرسکتیں (بحوالہ حدیث' ترمذیؒ)۔ مولاناؒ نے قرآن کریم کے اعجاز کے سائے میں اور اسی قرآن کی زبان میں عصرِ حاضر کی عورت کے دل اور روح کی دنیا کو اسی طرح اپیل کیا' جس طرح قرآن حکیم نے کل سیدہ ام حبیبہؓ' سیدہ ام سلمہؓ' سیدہ خدیجہؓ کے من کی دنیا کو مسخر کیا تھا۔

اگرچہ یہ جملہ عام قاری کو لگے گا تو بڑا عجیب' لیکن اپنے مشاہدے کی بنیاد پر یہ لکھنے میں کوئی مبالغہ محسوس نہیں ہوتا کہ مولانا مودودیؒ کے لٹریچر سے استفادہ کرنے والی تحریکی خواتین اپنے ایمان' اپنے ایثار' اپنی کمٹ منٹ' حد درجے کے توازن' دور اندیشی کے باعث نظام حکومت چلانے کی صلاحیت مروجہ سیاست دانوں سے زیادہ رکھتی ہیں۔ تحریک میں ملکی اور عالمی سیاست پر بسا اوقات سادہ سادہ خواتین اتنے پیچیدہ اور گہرے سوالات کر گزرتی ہیں کہ جو ان میں پائی جانے والی دانش وری کی خبر دیتی ہے۔ جیسے مولانا مودودیؒ نے چند کتابوں میں دنیا بھر کے علوم گھول دیے ہوں۔

آج بھی ملک بھر میں تعلیم یافتہ خواتین میں دینی فہم کے ساتھ درس وتدریس کے حلقوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ بڑے شہروں میں ان حلقہ ہائے قرآنی کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ بلا مبالغہ رحمت کے یہ تمام چشمے اسی ایک فکر سے پھوٹے ہیں' چاہے آپ انھیں جس نام سے بھی جانیں۔ گلاب کو کوئی بھی نام دیں: گل' گلاب یا روز' ہے تو وہ گلاب ہی۔ اسی طرح قرآن کی تعلیم وتدریس کے ان تمام فعال حلقوں کے آخری سرے سید مودودیؒ ہی کی تعلیم وتربیت سے جا ملتے ہیں' خواہ جماعت اسلامی ہو یا تحریک اسلامی کے حلقہ ہائے خواتین' اسلامی جمعیت طالبات ہو یا تنظیم اساتذہ خواتین' اور پاکستان اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن ویمن ونگ ہو یا الہدیٰ انٹرنیشنل کا نفوذ--- یا بے شمار انفرادی کاوشیں۔ یہاں پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دیگر دینی جماعتوں نے بھی مولانا مودودیؒ کے

طریق کار سے متاثر ہوکر خواتین میں باضابطہ کام اور تنظیم کی بنیاد رکھی۔ وگرنہ مولانا مودودیؒ کے ہاں پائے جانے والے عورتوں میں تحریک و تنظیم کے تصور سے پہلے' ہمارے مذہبی حلقوں میں خواتین کے لیے اجتماع اور تنظیم سازی کا کوئی تصور تک موجود نہ تھا۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا مودودیؒ کی براہ راست رہنمائی میں تیار ہونے والی خواتین نے تعلیم یافتہ خواتین کے ہر طبقے میں نفوذ کیا ہے: اساتذہ' ڈاکٹر-- ادیبات اور مصنفات-- خواتین کی صلاحیتوں کو ہر شعبۂ زندگی میں اسلام کی روشنی میں کارآمد بنایا گیا۔ یہاں تک کہ الحمدللہ! آج باعمل مسلم خواتین کا ایک ہراول دستہ اپنی اصل: گھر' بچے' شوہر' خاندان سے وابستہ رہتے ہوئے بھی اسلام کے لیے اپنی قوتیں اور صلاحتیں وقف کیے ہوئے ہے۔ مولاناؒ کے اس انداز فکر کی روشنی نے صرف پاکستانی مسلم عورت ہی کو متاثر نہیں کیا' بلکہ مولاناؒ کی تحریروں کے عربی تراجم عرب خواتین کی اور انگریزی تراجم مغربی ممالک میں نومسلم خواتین کی بھی اسی انداز میں رہنمائی کر رہے ہیں۔ مولانا مودودی مرحوم کے جنازے کے بعد جب نیویارک ایرپورٹ سے اُن کا جسد خاکی پاکستان روانہ ہوا تو وہاں پر نومسلم خواتین نے رخصت کرتے ہوئے مجھے دلاسہ دیتے ہوئے کہا تھا:

''بہن' وہ صرف تم لوگوں ہی کے تو نہیں تھے' ہم پر بھی ان کے احسانات کچھ کم نہیں''!